مختصر تذکرہ

حضرت قاری یونس صاحب پانولوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق استاذ دارالعلوم اشرفیہ راندیر

جمع وترتیب

(مفتی) محمد عادل عثمانی

خادم التدریس دارالعلوم اشرفیہ، راندیر

مکتبہ عثمانیہ راندیر

۱۷۰/۶، مالم واڈا اسٹریٹ راندیر سورت

محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جارہی ہے

یعنی ذکر خیر حضرت الاستاذ قاری یونس صاحب لمباڈا پانولوی نوراللہ مرقدہ

از قلم: محمد عادل عثمانی

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک

مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

خدا جانے ان آنکھوں نے کرب و بلا کے کتنے مناظر دیکھے ہیں اور کتنوں کا دیکھنا نوشتۂ تقدیر میں مقدر ہے، یوں تو واقعات وحادثات کے بہت سے نظارے دیکھ چکا، گردش زمانہ کے کتنے نقوش نگاہوں سے گزر چکے، جس کی وجہ سے میرا سینہ چھلنی چھلنی ہو گیا ہے۔ اور یہ دور قحط الرجال کا ہے، یہ عالم ناسوت سرائے فانی ہے، جو آتا ہے اسے ایک دن ضرور جانا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی کی پیاسی زندگی نے آب حیات کا ایک قطرہ بھی حلق میں اتارا ہو، لیکن اب محرومیت کے احساس اور جدائی کے تصور سے کلیجہ منہ کو آنے لگا ہے، آنکھوں کے سمندر میں اشکوں کی موجیں آنے لگی ہیں۔

۱۷/اگست کی تاریخ کو کاتب الحروف کیسے فراموش کرسکتا ہے، جب کہ آج سے ٹھیک بارہ سال قبل ۲۰۱۰ء میں اسی تاریخ کو حضرت قبلہ والد ماجد قدس سرہ کا سایہ اس ناچیز کے سر سے اٹھ گیا تھا، اور اب اسی تاریخ کو ایسی خبر سننے کو ملی کہ سن کر یقین ہی نہیں آیا، بار بار تحقیق کی اور بالآخر یقین کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ سب کی زبان پر یہی تھا کہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ جسے جب خبر ملی خواہ وہ قریب ہو یا دور یکا یک زبان پر کلمات استرجاع جاری ہوجاتے اور مرحوم کے لیے دعائیہ کلمات نکلتے۔ آخر کیا ہوا جن کو کل تک حفظہ اللہ اور دامت برکاتہم کے الفاظ سپرد قرطاس کرتے تھے، آج انھیں کو نوراللہ مرقدہ اور رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے۔

کیا تھا یہ حادثہ؟ اور کیا تھی یہ المناک خبر جس نے کچھ دیر کے لیے سب پر سکتہ پیدا کردیا؟

متعدد خوبیوں کے حامل اور ہر دلعزیز شخصیت، مشفق ومہربان استاذ حضرت مولانا قاری یونس صاحب لمباڈا پانولوی اس عالم فانی کوالوداع فرما کر عالم بقا کی طرف منتقل ہوگئے۔انا للہ و انا الیہ راجون ان للہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل شیئ عندہ باجل مسمی

ذیل میں حضرت قاری صاحب کا قدرے تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

اسم گرامی

حضرت مولانا قاری یونس بن داود لمباڈا پانولوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹/ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹/ فروری ۱۹۵۹ء کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل تعلیم سرزمین گجرات کے قدیم ترین ادارے دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں ہوئی۔

اساتذہ کرام

دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں سے اکتساب فیض کیا، ان کے اسمائے مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حافظ ابراہیم دیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پاس حفظ قرآن کریم مکمل کیا تھا۔

(۲) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم

(۴) حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بوڈھانیہ رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت مولانا اسماعیل اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت مولانا یعقوب صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ

(۸) حضرت مولانا حکیم ابوشفا حبیب الرحمٰن صدیقی صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد آچھودی صاحب دامت برکاتہم

(۱۱) حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) شیخ المشائخ برکت گجرات حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اساتذۂ تجوید

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم اشرفیہ میں درج ذیل اساتذہ سے استفادہ کیا۔

(۱) حضرت قاری ایوب صاحب مدنی زیدمجدہم

(۲) حضرت قاری محمد صاحب کروڑیا زیدمجدہم

(۳) حضرت قاری اسماعیل المعروف قاری بابو صاحب دہگامی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو دارالعلوم اشرفیہ کے قدیم استاذ تھے اور ایک عرصے تک چنارواڑ مسجد میں تراویح بھی پڑھائی تھی۔

(۴) حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری صاحب زیدمجدہم۔ آپ سے عربی چہارم میں خلاصۃ البیان پڑھی، اور یہ آپ کے پاس خلاصہ پہلا سال تھا کا۔

فراغت

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فراغت دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر سے ۷؍شعبان المعظم

۱۴۰٦ھ بروز جمعرات ہوئی۔

رفقائے درس

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفقا میں چندنام نمایاں ہیں۔

(۱) حضرت مولانا الیاس صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

(۲) حضرت مولانا شیخ ابراہیم صاحب کوکنی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ شری وردھن، کوکن)

(۳) حضرت مولانا محمد صاحب بوڈھانیہ دامت برکاتہم (صاحبزادہ استاذ محترم حضرت مولانا یوسف صاحب بوڈھانیہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۴) حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صدیقی (صاحبزادہ استاذ محترم حضرت مولانا حکیم ابوشفا حبیب الرحمٰن صدیقی بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ)

دارالعلوم دیوبند کارخ

دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے فراغت کے بعد حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کارخ کیا۔ وہاں آپ نے فن قرأت وتجوید کی تکمیل کی اور بالخصوص فن قرأت وتجوید کے شہسوار حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی زید مجدہم سے خوب فیض اٹھایا۔

تدریسی خدمات

دارالعلوم دیوبند سے تکمیل قرأت وتجوید کے بعد مادر علمی دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں آپ کا بحیثیت استاذ تجوید تقرر ہوا، جہاں آپ نے بڑی محنت، عرق ریزی، تن دہی، جانفشانی سے ۲۳ سال خدمات انجام دی۔

فریضۂ امامت

راندیر کے قیام کے دوران حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ معلم واڑ مسجد میں اور کچھ عرصہ پچھلی ولی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیے۔

اخلاق وعادات

خوش اخلاقی انسان کے لیے ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے زندگی میں شیرینی اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے، اُس کا ہر قول وعمل خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ آج جب کہ یہ سطریں تحریر کی جارہی ہیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک ادا آنکھوں کے سامنے آتی جارہی ہے۔ مثلاً داڑھی میں کنگھی کرتے کرتے سبق سننا یا پڑھانا وصف خاص تھا۔

طبیعت میں نفاست کا پہلو غالب تھا۔ جیسا لباس ویسا ہی رومال اور اسی کے مشابہ ٹوپی وچپل، کمرے میں دو تین عدد چپلیں رہتی تھیں جو کپڑوں کے رنگ کے اعتبار سے وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی تھیں۔ عطر اور خوشبو کا استعمال بہت شوق سے کرتے تھے۔ پانی پینے کا انداز بھی بڑا نرالا تھا۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سائکل بھی رکھتے تھے اور وہ بھی اپنی طبیعت اور مزاج کے مناسب بالکل صاف ستھری رہتی تھی۔ وقتاً فوقتاً اس کی صفائی کیا کرتے تھے۔ سیٹ کے نیچے ایک کپڑا خاص اس کی صفائی کے لیے رکھنے کی عادت تھی۔

ممتاز اوصاف

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے جتنے اوراق اِس نااہل نے پڑھے ہیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اخلاق وکردار کے اعتبار سے جامع پایا تھا، لیکن کچھ اوصاف جو آپ کی ذات میں نمایاں تھے۔

مثلاً تواضع حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر عجیب انداز کی تھی، جس کو ہر دیکھنے والا اچھی

طرح محسوس کرلیتا۔ ہمیشہ گفتگو میں نرمی اور بات چیت میں تواضع جھلکتی تھی۔

اسی طرح حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں عفو ودرگزر کا وصف بھی بڑا نمایاں تھا۔ اگرکسی وجہ سے کسی طالب علم سے خفا ہوجاتے تو وہ وقتی طور ہوتا تھا، پھر جب وہ طالب علم معافی کے لیے وقفے میں جاتا تو نہ صرف اسے معاف کردیتے، بلکہ کچھ نصیحتیں بھی فرماتے اور اپنی چائے کا پیالہ اُسے پیش کرکے خوش کردیتے۔

اسی طرح حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالی میں یہ وصف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اطمینان سے نمازیں پڑھنا، دیرتک تلاوت اور پھر آہ وزاری سے دعائیں کرنا، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہی ذریعۂ نجات بنے گا۔

حق گوئی حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصف خاص تھا۔ طلبہ کی نامناسب حرکت پر درس گاہ ہی میں نرالے انداز میں اصلاح فرمادیا کرتے تھے۔ ایک طالب علم کو نامناسب کتاب کلاس میں لاتے ہوئے دیکھ لیا جو اُس نے درسی کتاب کے نیچے رکھی ہوئی تھی، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس وقت تو کچھ نہ کہا۔ آخری گھنٹی تھی، جب رخصت ہونے لگے تو دروازے پر پہونچ کر اُس کا نام لے کر کہا بیٹے! اس کتاب کو پڑھنے کا یہ وقت نہیں ہے، فارغ ہوجائے پھر پڑھنا، وہ ہکا بکا رہ گیا کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو کب اور کیسے دیکھ لیا۔

خموشی کے ساتھ ساتھ رعب بھی آپ کا نمایاں تھا۔ وقفے میں کبھی دروازے پر کھڑے ہو جاتے، طلبہ وقفہ ختم ہونے کے بعد اپنی عادتوں کے مطابق اپنی اپنی درس گاہ میں تاخیر سے جاتے، باہر کھڑے رہتے، مگر جیسے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے تو چپ چاپ نظروں کو جھکائے ہوئے درس گاہوں میں داخل ہوجاتے۔

ان کے علاوہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خودداری، یکسوئی، خوش اخلاقی، سلیقہ مندی، خود

اعتمادی، بے باکی، باوقار، خاموش مزاجی، شائستگی وغیرہ گونا گوں اوصاف کے اور نکھری ہوئی طبیعت کے حامل تھے۔ظریفانہ مزاج، صاف ستھرا ذوق اور ملنسار تھے۔

ایں سعادت بزور بازنیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نزاکت کا ایک واقعہ

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں نزاکت غالب تھی جو ہر قول وادا سے صاف نمایاں تھی۔ذیل میں نزاکت کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

وقفہ کے بعد کی گھنٹی تھی، ایک طالب علم حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گلاس لے کر پانی لینے گیا۔اتفاق سے گلاس اس سے پھوٹ گیا۔وہ درس گاہ میں خالی ہاتھ آیا تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا گلاس کہاں ہے؟ پھر سمجھ گئے کہ اچھا! پھوٹ گیا تجھ سے۔کاتب الحروف کے برادرم زرگ مفتی شاہد حسن سلّمہ نے عرض کیا حضرت! اجازت ہو تو میں آپ کے لیے نیا گلاس لے آؤں؟ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا گلاس لانے کے اصول معلوم ہے؟ سب کو بڑا تعجب ہوا کہ گلاس کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں کیا؟ فرمایا ہاں! میرے گلاس لانے کے کچھ اصول ہیں۔

(۱) گلاس بالکل سادہ ہو، اس میں اندر یا باہر نقش ونگار وغیرہ کوئی چیز نہ ہو۔

(۲) گلاس اوپر اور نیچے دونوں طرف سے یکساں ہو، ایسا نہ ہو جیسے گنے کے رس والے رکھتے ہیں اوپر سے کشادہ اور نیچے سے سکڑا ہوا، تا کہ اندر انگلیاں داخل ہو سکے اور تہہ کو صاف کیا جا سکے۔

(۳) گلاس کی دیوار موٹی نہ ہو۔

برادر بزرگ نے کہا جی حضرت! آپ کا گلاس ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لیا جائے گا۔ تو فرمایا ہاں! ٹھیک ہے، تو لے آنا۔جب گلاس لا کر پیش کیا تو ہاتھ میں لیا، اوپر نیچے معاینہ کرتے ہوئے

فرمایاہاں! یہ میرے مزاج کا گلاس ہے۔

شاعرانہ ذوق

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوحق تعالیٰ نے ادبی ذوق وشعری مذاق کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔اشعار کابڑا ذخیرہ اُن کے حافظے میں بھی تھااوراُن کی مخصوص دائری میں بھی لکھا ہوا تھا، جووقتاً فوقتاً موقع بموقع ہمیں سناتے تھے۔ابتدائی تدریسی دورمیں اُن کے اس ادبی ذوق وشعری مذاق کا کسی کو احساس نہ ہوسکا،،مگر جب نومبر ۱۹۹۴ء میں حضرت شیخ مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہواتواس موقع پرآپ نے خودساختہ مرثیہ پیش کیا تو آپ کے اس ذوق کا سب کواحساس ہوا۔ یہ مرثیہ ’’تذکرۃ الرضا‘‘ میں موجود ہے،ہم نے شائقین کے لیےاخیرمیں اسے پیش کردیا ہے،ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح حضرت والدصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پربھی انھوں نے منظوم کلام پیش کیا تھا،اس کو بھی اخیرمیں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۰۹ء میں آپ نے راندیراورعلمائے راندیرکی شان میں ایک منظوم کلام بنایا تھا،اور سالانہ جلسہ میں خوداپنی سریلی آوازمیں پڑھا بھی تھا۔

آوازمیں مٹھاس ہونے کی وجہ سے طالب علمی کے زمانے میں اکثر طلبہ پندنامہ،کریما، بوستاں وغیرہ کےاشعارکے لہجے میں آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔

نرالاانداز تدریس

احقر کوحضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عربی اول سے عربی چہارم تک مسلسل چارسال پڑھنے کاموقع ملا۔ترتیل،تدویراورحدرسنانے کےساتھ ساتھ تجوید کی تمام کتب پڑھنے کازریں موقع ملا۔جمال القرآن،فوائدمکیہ،المقدمۃ الجزریہ،خلاصۃ البیان وغیرہ کتابیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھی۔حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درس نہایت پرمغز ہوتا تھا، جچے تلے الفاظ،ٹھہرٹھہر کر

بولنا، اہم بات کو دوہرانا، امتحانی سوال کی طرف اشارہ کرنا یہ اُن کے درس کا خاصہ تھا۔ بعض مرتبہ تو کسی طالب علم کی طرف متوجہ ہوکر فرمادیتے کہ یہ امتحان میں پوچھوں گا، سوال بھی بتلا رہا ہوں، جواب بھی بتلا رہا ہوں اور یہ بھی بتلا دیتا ہوں کہ تو اس کا جواب نہیں لکھ پائے گا۔ فوائد مکیہ میں تو ''بوف'' کا قاعدہ ان کا مخصوص امتحانی سوال ہوتا تھا۔

کبھی کبھار فرماتے کہ دیکھو! تم میری بات تو سمجھ رہے ہو نا؟ کہیں ایسا تو نہیں ؎

حال کیا پوچھتے ہو میرے کاروبار کا
آئینے بیچتا ہوں اندھوں کے شہر میں

تجوید میں پختگی اور مہارت کا عالم تو یہ تھا کہ ہمیں ایسا لگتا کہ وہ آنکھ بند کرکے سو رہے ہیں، لیکن قاری و تالی کی آواز پر توجہ اتنی زیادہ کہ فوراً فرماتے کہ یہاں تو نے مقدار سے زیادہ مد کیا یا مقدار سے کم، یہاں تو نے غنہ کیوں چھوڑا؟ اخفا کیوں نہیں کیا؟ وغیرہ۔ چھوٹی چھوٹی غلطی بھی وہ جانے نہیں دیتے تھے، آج جب یہ باتیں یاد آتی ہیں تو آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔

امتحان ہال میں بھی آپ کی شان نرالی ہوتی۔ کسی طالب علم کو دیکھتے کہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے تو فرماتے اے فلانے! کیا تیری مراد پوری نہیں ہورہی؟ کوئی وحی نہیں آرہی؟

امتحان کے پرچے میں بھی ان کے اصولی نوٹس نرالے ہوتے تھے۔ ان اصول کی رعایت نہ کرنے پر نہ صرف تنبیہ کی جاتی بلکہ نمبر بھی وضع کردیے جاتے تھے۔

ظرافت وخوش مزاجی

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں لطافت بھی تھی۔ بروایت حضرت مفتی طاہر سورت صاحب زید مجدہم (استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ سورت) دو واقعے پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک واقعہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ ایک حافظ صاحب کے پاس ایک طالب علم پڑھنے کے لیے آیا۔ اُس طالب علم کی حرف ''ش'' کی ادائیگی صحیح نہیں تھی۔ حافظ صاحب نے دو تین روز محنت کی اور سمجھایا ''ش'' نکال برابر۔ چوتھے پانچویں روز وہ طالب علم سبق سنانے لگا تو کچھ اس طرح پڑھا:

ثُمَّ اشْتَوٰی اِلَی الشَّمَآءِ فَشَوّٰىهُنَّ شَبْعَ شَمٰوٰتٍ

دوسرا واقعہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنایا کہ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سبق کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ قبطی کا قتل ہو گیا تو انھوں نے ڈبل ڈیکر پکڑی اور سیدھے مدین چلے گئے۔ کسی طالب علم نے کہا حضرت! اُس وقت ڈبل ڈیکر تھی کیا؟ تو فرمایا چلیے آگے کی عبارت پڑھیے۔

مطالعے کی میز پر

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعے کا بڑا شوق تھا۔ نادر علمی باتیں لکھ کر رکھنا حتیٰ کہ اخبار وغیرہ میں کوئی چیز پسند آئے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس رکھنے کا بڑا شوق تھا۔ بعض مرتبہ وہ باتیں ہمیں سناتے بھی تھے۔ اُن کی میز بھی مرتب اور سجی ہوئی تھی،، اُس پر شیشہ لگا ہوا تھا، جس کے اندر ایسی نایاب و نادر باتیں لکھی ہوئی رہتی تھیں۔ کبھی کبھار طلبہ سے فرماتے کہ میں نے اس کو شیشہ میں رکھا ہوا ہے، خدا توفیق دے تو دیکھنے کی زحمت کرنا۔

دارالعلوم اشرفیہ سے علیحدگی

بعض وجوہات کی بنا پر حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وفات کے چار پانچ مہینے کے بعد ہی دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے علیحدگی اختیار فرمالی تھی اور اپنے وطن ہی میں رہ کر تجارت کرنے لگے تھے۔

یہاں سے رخصت ہونے سے قبل ایک مرتبہ حظیرہ مسجد میں مغرب کی نماز میں آئے اور نماز کے بعد مکان پر تشریف لائے اور فرمایا بس اب یہاں سے جارہا ہوں تو سوچا تمھاری آخری چائے پی لوں۔ دیر تک بیٹھے اور گفتگو فرمائی۔

یہاں سے رخصت ہوجانے کے بعد بھی وقتاً فوقتاً تشریف لاتے تھے اور ملاقات کا شرف ملتا رہتا تھا۔

آخری ملاقات

شوال المکرم ۱۴۴۳ھ میں جب کہ سال کا آغاز تھا اور مدرسے میں داخلہ کاروائی چل رہی تھی، اس وقت حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے تھے اور آفس میں دیر تک بیٹھے۔ احقر کو علم ہوا تو ملاقات کے لیے حاضر ہوا اور حضرت والد صاحب قدس سرہ کے تفسیری بیانات بنام ''فیضان عارف'' کی جلد دوم حضرت نانا جان کی سوانح ''تذکرۃ القاضی'' پیش کی تو بہت خوش ہوئے، دل سے دعائیں دی اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو کام کرتا ہوا دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے جاری رکھیں۔

راہی دارالبقا

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۷؍اگست ۲۰۲۲ء بروز بدھ بعد نماز ظہر راقم الحروف مدرسہ پہونچا، خالی گھنٹی تھی، فون نکال کر دیکھا تو مولانا زبیر صاحب ہتھوڑوی کا ایک گروپ پر یہ میسج ملا کہ دارالعلوم اشرفیہ کے سابق استاذ حضرت مولانا قاری یونس صاحب کا انتقال ہوگیا، اولاً یقین نہیں آیا، انھیں فون کیا اور تحقیق کی، پھر مولانا شعیب صاحب پانولی کو برائے تحقیق دوبارہ فون کیا اور بالآخر اس خبر کو تصدیق کی مہر لگانی پڑی۔ کچھ دیر کے لیے سکتے کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک روز قبل کچھ سینے میں درد ہوا تھا، پھر وفات والے روز بھی فجر

کی نماز میں شریک تھے۔ظہر کے بعد ۲ بج کر ۱۰ منٹ بعد ایک مثالی واصولی زندگی گزار کر آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

نماز جنازہ وتدفین

عشا کی نماز کے بعد پانولی گاؤں میں اُن کے مکان سے جنازہ اٹھایا گیا،قبرستان لے جایا گیا،جہاں عوام کم مگر صلحا واتقیاز یادہ کے مجمع میں آپ کے پڑھنے کے زمانے کے ساتھی اور دوست دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے استاذ حدیث وصدر مفتی حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی زید مجدہم کی اقتدا میں ۹ بج کر ۵۰ منٹ پر آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی،پھر اپنے وطن ہی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔اخیر میں حضرت مولانا ایوب صاحب سید چھوری زید مجدہم نے سورۂ بقرہ کی ابتدائی وآخری آیتیں تلاوت کی اور حضرت مفتی کلیم صاحب نے دعا کی۔

اولاد

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کل تین اولاد ہوئی۔

(۱) محمد۔جو ولادت کے دو وتین روز بعد ہی انتقال کر گیا تھا۔

(۲) محمد رضا سلّمہ۔موصوف کا نام اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت پر رکھا گیا۔موصوف کا جب حفظ شروع کروایا تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے حضرت والد صاحب کے پاس لے کر آئے،اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے حفظ شروع کروایا گیا۔موصوف نے احقر کے پاس فارسی کی کچھ کتابیں بھی پڑھی ہے۔جب اس کا داخلہ کیا گیا تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بذات خود اسے میری درس گاہ میں لے کر آئے اور فرمایا عادل! اس کا دھیان رکھنا اور اس پر محنت کرنا۔اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں (آمین)

موصوف فی الحال جنوبی افریقہ میں مقیم ہے۔

(۳) محمد رضوان سلّمہ۔ موصوف اپنے وطن پانولی میں مقیم ہے۔

صلبی اولاد کے علاوہ انگنت تعداد میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی اولاد کا قافلہ چھوڑا ہے، ان شاء اللہ وہ سب آپ کے حق میں صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے۔

خداوند قدوس حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور مغفرت فرمائیں، درجات عالیہ نصیب فرمائیں، جملہ علمی، دینی وملی خدمات قبول فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائیں، قبر کو نور سے منور وعطر سے معطر فرمائیں۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہل میکدہ مجھ کو

شرابِ دردِ دل پی کر ہماری جام ومینا سے

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں

مرحوم قاری یونس صاحب لمباڈا

از قلم: مفتی طاہر صاحب سورتی زید مجدہم
استاذ مدرسہ اسلامیہ وقف صفی باغ، سورت

عزیزم قاری ذاکر صاحب آچھودی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک غریق رحمت کرے، اوصاف وکمالات کا حامل ایک گم نام خلوت پسند عزلت نشیں عالم وقاری شاعر وادیب میرے مخلص اور بے تکلف دوست کے انتقال کی اس یکا یکی خبر نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ مدرسہ اشرفیہ راندیر میں تدریس کے مختصر دورانیے میں ان سے بہت جلدی بہت گہری دوستی ہو گئی تھی۔ ایک ہی حجرے میں قیام، ساتھ میں طعام ایک مدت تک نصیب ہوا۔ پندرہ ساعتی وقفہ اکثر ہم دوان کے درجے ہی میں گزارتے تھے۔ اس دوران ان کی رنگارنگی طبیعت نکھرے اور صاف ستھرے ذوق، ادبی چاشنی اور شعری مذاق سے، علمی گفت گو اور ظریفانہ مزاج سے استفادے کا خوب موقع ملا۔ طبیعت شگفتہ مخلصانہ اور سادہ پائی تھی۔ اشعار کا بڑا ذخیرہ ان کے حافظے میں تھا، جو موقع پر خوب رواں ہوتا۔

شیخ الحدیث گجرات حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے موقع پر بہت مختصر وقت میں بڑا پر درد مرثیہ تیار کر کے تعزیتی جلسے میں خود ہی سوز وغم میں ڈوب کر سنایا تھا۔ خود بھی روئے اور سب کو رلایا تھا۔

سینتالیس برس تک پڑھائی بخاری
زباں پر کبھی کوئی شکایت نہ آئی

’’تذکرۃ الرضا‘‘ (سوانح حضرت شیخ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ) میں پورا مرثیہ چھپا ہوا ہے۔شاید اسی دن سب کو ان کے شاعر ہونے کا علم ہوا تھا۔

اس وقت جب یہ لکھ رہا ہوں مرحوم کا بشاش چہرہ شاداں وخندہ اپنی تمام تر طبعی وفطری نفاست پسندی کے ساتھ میری نظر میں گھوم کر ماضی کی خوش گوار یادوں میں محو کر رہا ہے۔راندیر چھوڑنے کے بعد ملاقات کی نوبت کم آئی،لیکن جب آئی تعلق میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔اللہ ہی کو معلوم کہ کتنے طلبہ کا قرآن درست کروا کر اپنے صدقۂ جاریہ کا انتظام کیا۔آپ کے اس مراسلے نے اتنا لکھوا دیا۔شکر ہے اللہ کا۔

منظوم کلام

شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۹/ جولائی ۲۰۰۹ء چناروارڑ مسجد میں دار العلوم اشرفیہ راندیر کے سالانہ جلسہ میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار خود بنا کر اپنی سریلی آواز میں پڑھے تھے۔ قارئین وشائقین کی خدمت میں پیش ہے۔

قصبۂ راندیر

شہروں کا شہنشاہ ہے یہ قصبۂ راندیر	پر کیف نظارہ ہے یہ قصبۂ راندیر
گجرات کا گہنا ہے اور ہند کا موتی	سرمایۂ تاریخ ہے یہ قصبۂ راندیر
تو دین کا مرکز ہے تو ہے علم کا مسکن	عالی ہے تیری شان بہت قصبۂ راندیر
تیار بہت تو نے کیے عالم و حافظ	قاری بھی مبلغ بھی مصنف بھی فقیہ بھی
دنیا کے ہر ایک گوشے میں جاری ہے تیرا فیض	تیرے نور سے منور ہوا یہ جہاں سارا
شاہی ہیں مسجدیں تیری تاریخی مدارس	بے مثل و مثیل ہے تیری تعمیر اے راندیر
تیرا تابناک ماضی خوش حال ہے تو اب بھی	روشن رہے مستقبل تیرا قصبۂ راندیر
مولوی صادق نے لکھ کر قرآن تفسیر	رتبہ تیرا بلند کیا قصبۂ راندیر
خاندان حافظ صالح ہوا اسم با مسمی	جاں نثار ہوا تجھ پر اے قصبۂ راندیر
اشرف کا یہ قبیلہ تو ہے چاند اس زمیں کا	روشن تجھے دنیا میں کیا قصبۂ راندیر
مولانا احمد اشرف ؒ مولانا سعید احمدؒ	تقویٰ و طہارت میں تھے یکتۂ راندیر
شیخ الحدیث اجمیریؒ اور شیخ احمد اللہؒ	تھے یہ وقت کے بخاری تیرے قصبۂ راندیر
جود و سخا کا چشمہ مولوی اسماعیل موٹا	افراد بوٹا والا حاتم طائی راندیر

سید رفاعی بھی ہیں اس شہر کے تارے	ان کی بھی خدمتوں کا ممنون ہے یہ راندیر
عبدالرحیم لاجپوریؒ اور مفتی غنی کاوی	اسماعیل واڈی والے ہوئے دین کے رہبر
تیرے دین کی دعوت اور تبلیغ کے حلقے	ہر سمت نقل و حرکت ہیں ہر دم مجاہدے
تری رفعتوں کے چرچے ہیں زمیں سے آسماں تک	کہاں؟ کوئی تیرا ہمسر اے قصبۂ راندیر
آمد ہے اولیا کی تیری سرزمیں پے ہر دم	ہندوستاں میں جنت ہو اگر تو تو ہی تو ہے
مولانا شبیر احمد اور مفتی کچھولوی بھی	اسلاف کی یادیں ہیں تیری قصبۂ راندیر
یعقوب ہے تیرا لولو مرجان رشید احمد اجمیری	عارف حسن عثمانی تیرا قیمتی زیور
اہل وطن نے مل کر بخشی تجھے رونق	لاکھوں سلام تجھ کو اے قصبۂ راندیر
ہے دعا میری اے یونس تو رہے سدا سلامت	پھولے پھلے ہمیشہ یہ گلشن راندیر (آمین)

وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

قطب الاقطاب شیخ المشایخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیتی اجلاس میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مرثیہ پڑھا تھا۔

زمانے میں تھی جس کی شہرت دوامی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
انہی کی یہاں آمد کے فیض واثر سے	کہ چمکا ہے گجرات انہی کی نظر سے
وہ خلق مجسم محبت کا حامی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
وہ عاشق خدا کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق	وہ قرآن کا عاشق حدیثوں کا عاشق
کہ عاشق تھی جن کی یہ ساری خدائی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
کہ وہ جن کا بچپن اور پیرانہ سالی	اسی دن کو وقف جن کی جوانی
وہ حسن سراپا وہ ہم سب کا والی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
وہ سادہ مزاجی اور وہ گمنامی	وہ خندہ پیشانی وہ نیک نامی
ہمہ وقت چہرے پے تھی شادمانی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
سینتالیس برس تک پڑھائی بخاری	زباں پر کبھی کوئی شکایت نہ آئی
وہ حلم مجسم وہ صبر تمامی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
سکون لے سکا جو نہ لوگوں کے خاطر	رہا عمر ساری ذاکر وشاکر
تیرے دم سے تھی باغ اشرف کی شادی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
وآنا یہاں انکا اور یہاں سے جانا	کیا منظر تھا ''منظر'' وہ منظر سہانا

نہیں اب وہ صورت تیری پیاری پیاری	وہ ایک ذات تھی ہم سب میں سب سے نرالی
مدرسہ اور استاذ وطلبہ بھی سارے	انہی کو پکارے انہی کو پکارے
امیر وغریب انکے در کے بھکاری	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
ہمیں چھوڑ کر تم کہاں چل دیے ہو	نہیں دل بہلتا ہمارا کسی سے
منور تم ہی سے تھی دنیا ہماری	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
یتیم ہم ہوئے کوئی ہمکو سنبھالے	ہمیں کوئی اٹھائے ہمارا ہو حامی
روحانی پدر چھوڑ گئے دار فانی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
سبھی کی زباں پر رہے اسم گرامی	رہے شیخ اجمیری رہے شیخ اجمیری
ہر ایک کے لبوں پر انہیں کی کہانی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
خدا اس چمن کو بھی آباد رکھے	اسے ہر طرح سبز وشاداب رکھے
خدا کی ہزاروں ہوں رحمت ان پر	خدا کے کروڑوں لطائف ہوں ان پر
خدا ان کے روضے کو کردے نورانی	وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

(تذکرۃ الرضا ص: ۳۱۳، ۳۱۴)

قیمتی زیور نہ رہا

زہد وورع کے پیکر محدث جلیل ومفسر کبیر حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر حضرت قاری صاحب نے یہ منظوم کلام تحریر فرمایا تھا۔

قصبۂ راندیر کا وہ ایک قیمتی زیور تھا ......نہ رہا	(اور) صوبۂ گجرات کا ایک عالم باوقار تھا......نہ رہا
خموشی کا پتلا حلم وحیا کا وہ پیکر تھا ......نہ رہا	زہد وتقویٰ کا جو چمکتا ہوا مینار تھا ......نہ رہا
اے مدرسہ اشرفیہ! تیرا وہ مدرّس عالی مقام تھا ......نہ رہا	اے مسجد حظیرہ! تیرا وہ باصفا امام تھا......نہ رہا
گمنامی جس کا شیوہ خموشی جن کا جوہر تھا	علم وحکمت کا وہ دریا وہ حلم کا سمندر تھا ......نہ رہا
کل تلک جو ہمارا خموش رہبر تھا ہم سفر تھا	(اور) عصر حاضر کا جو ایک اچھا مفسر تھا ......نہ رہا
قحط الرجال کے دور میں وہ ایک عالم ربانی تھا......نہ رہا	اس دورِ پرفتن میں جو اسلاف کی نشانی تھا ......نہ رہا
یکدم تیری جدائی سے ایک جہاں اشک بار تھا	کہ جو نظروں کا نور تھا دلوں کا قرار تھا ......نہ رہا
اے خوش نصیب روزے دار! قابل رشک تیرا افطار	کہ وقت سحر تو ہمارے ساتھ تھا مگر وقت افطار ......نہ رہا
ہزاروں رحمتیں ان پر خدا کی کیا خوب آدمی تھا ......نہ رہا	خدایا مغفرت کردے تو ان کی بہت ہی نیک آدمی تھا ......نہ رہا

(حیات عارف/ص: ۱۵۳)